سونی پت کا مردم خیز علاقہ
ایک تقریب کا خطبۂ استقبالیہ

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی

[illegible]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ ...... اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۔ (الکہف: ۱-۵)

حضرات والامرتبت، جناب صدر اور مؤقرین مجلس!

میں اس تاریخی بستی میں جس کی تاریخ ماقبل اسلام بھی قابل ذکر رہی ہے اور ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں بھی اس کی خدمات اور مقام و مرتبہ ناقابل فراموش ہے، آپ حضرات کی آمد پر، اس مجلس میں موجودگی پر اور ایک پاکیزہ مقصد کے لیے تشریف لانے اور زحمت فرمانے پر صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

حاضرین والاشیم! میں اس مجلس میں آپ کو خوش آمدید کہتے ہوئے فرط مسرت سے معمور و مخمور ہوں، میں اس سرزمین پر آپ کا استقبال کرتا ہوں جو شمالی ہندوستان خصوصاً مشرقی پنجاب، دہلی اور مغربی یوپی میں اہل اسلام کے سب سے پہلے قافلہ کی سب سے پہلی جد و جہد کی یادگار اور سب سے پہلی باقاعدہ قیام گاہ ہے۔

سامعین محترم! میں اس سرزمین پر آپ سب کو مرحبا کہتا ہوں جو اپنی مردم خیزی، سلوک و معرفت کی پذیرائی اور تصوف و ارشاد کی تبلیغ و اشاعت کے لیے صدیوں سے ملک کا ایک اہم مرکز رہی ہے۔ میں اس میں آپ کو دیکھ کر مسرور ہوں جہاں سے حضرت علی احمد صابر کلیری کا فیضان عام ہوا، اس علاقہ میں آپ کی پذیرائی کی مسرت حاصل کر رہا ہوں جو حضرت مجدد الف ثانی کی دعوت اصلاح و تجدید کا مرکز و منبع رہی ہے۔ میں اس علاقہ میں آپ کی تشریف آوری پر فرحت و امتنان کا اظہار کر رہا ہوں جو چشتیہ سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت میں کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔

حضرات! میں اس سرزمین پر آپ کی پذیرائی کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جس کے میدانوں نے کئی مرتبہ ہندوستان کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ کیا ہے، بڑی بڑی جابر طاقتوں اور جیرہ دستوں کو زیر و زبر کیا ہے، اور نئی قوموں نے حالات کو ابھرنے کا موقع دیا ہے، میری تمنا ہے، میری آرزو ہے اور اس کی تکمیل کے لیے میں اللہ کے حضور دست بدعا ہوں کہ آپ کی یہ زحمت، یہ پذیرائی یہ تکلیف فرمائی ہم سب کے لیے اور پورے ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے لیے اور خصوصاً اس خطہ کے مسلمانوں کی راہ اسلام پر استقامت میں مفید و مددگار، اور یہ اجلاس تمام مسلمانوں اور قوموں کے لیے اصلاح و ہدایت کی کلید، اور مغفرت و نجات کی تمہید، فال نیک اور دوسروں کے مشعل راہ اور لائق تقلید ثابت ہو۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

حضرات! یہ ہمارا دینی، شرعی، ملی اور قومی فریضہ تھا، اس علاقہ کا ہم پر جو احسان ہے اس کا حق تھا کہ یہاں دین و دیانت کی مشعل روشن کی جاتی اور انسانیت کی نجات و فلاح کی بات ہوتی، اس کا حق یہی تھا کہ آپ یہاں تشریف لاتے، دیکھتے اور غور فرماتے کہ آخر وہ کیا بات تھی جس کو یہاں صرف چند افراد لے کر آئے تھے، مگر ان قدوم کی برکت سے، ان کے اخلاص کے اثر سے، ان کی محبت کے ثمرے علاقے کے علاقے ان کے رنگ میں رنگ گئے اور توحید و رسالت کے معترف اور صراط مستقیم کے رہ نورد ہو گئے۔ ایک زمانہ میں خصوصاً اس نواح میں اس علاقہ میں اور عموماً پورے ہندوستان میں تمام برصغیر میں یہی ہوا تھا کہ کسی گوشے میں کوئی مرد حق آگاہ آیا، اور اس کی شخصیت کی جاذبیت، اس کی انسان دوستی اور اخلاق و کردار نے پورے ماحول کو دیکھتے دیکھتے تبدیل کر دیا، یہاں سے وہاں تک روشنی پھیل گئی اور دور دور تک چراغ جگمگاتے نظر آنے لگے۔

اور ہم ہیں کہ ہمارے اخلاق و کردار سے ظلمت ہے کہ بڑھتی جا رہی ہے، تاریکی ہے کہ عام ہو رہی ہے اور خود ہمیں بھی ڈرائے لیے جا رہی ہے، زمام کار ہمارے ہاتھ سے نکل چکی ہے اور بقول غالب ؎

نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب پر

آخر ایسا کیوں ہوا؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ اس کا علاج کس طرح کیا جا سکتا ہے، کون سی تدبیریں ہیں جو ہمیں اس گہرے گڑھے سے نکال سکتی ہیں اور وہ کون سی بے احتیاطیاں ہیں جو مرض کو کم کرنے کے بجائے بڑھاوا دے رہی ہیں۔ اس کیفیت کے ازالہ کے لیے کیا کیا جانا چاہیے، مگر مجھ حقیر کی کیا مجال ہے کہ اس کے متعلق کچھ عرض کر سکے، اس کے لیے متاع محترم ملت اسلامیہ مخدومنا حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی ہم سب کی رہنمائی فرمائیں گے، مگر اس سے پہلے مناسب ہے کہ اس بستی کے عہد ساز ماضی جگمگاتی تاریخ اور یہاں کے ان بزرگوں کا کچھ تذکرہ ہو جائے جن کے دم سے یہ خطہ نور ایمان اور مشعل علم و ہدایت سے چراغاں رہا ہے۔

سونی پت کی تاریخ کی ابتدا اور صحیح حقیقت ماقبل تاریخ کے اندھیروں میں گم ہے کہا جاتا ہے کہ اس کو راجپوتوں نے جو ارجن کی تیرہویں پشت میں تھا آباد کیا تھا۔ معزز سامعین کرام میں سے کوئی ایک شخص بھی شاید ہندوستانی تاریخ کی اس نیم تاریخی اور نیم افسانوی معرکہ آرائی سے ناواقف نہ ہوگا جس کا ہندوستان کے ماضی سے گہرا تعلق ہے، جس نے اس ملک کے مزاج و مذاق کے بنانے میں اہم کلیدی رول ادا کیا ہے، اور ہندوستان خصوصاً شمالی ہندوستان کی سیاسی جنگی تاریخ اور تہذیب کو ایک نئی سمت دی ہے، ان خصوصیات اور اس جنگ کی غیر معمولی وسعت و خونریزی کی وجہ سے یہ جنگ "مہابھارت" ہندوستانی تاریخ اور علم الاساطیر (دیومالا) کا ایک ناقابل فراموش حصہ بن گئی ہے اس جنگ کے کرداروں میں ایک اہم شخصیت راجہ یدھشٹر کی ہے راجہ یدھشٹر نے جنگ مہابھارت کے وقت دریودھن سے جو پانچ پت طلب کیے تھے انھیں میں سونی پت بھی شامل تھا اس وقت سے سونی پت کا اطراف دہلی کی اہم بستیوں میں شمار چلا آتا ہے۔

مگر اس شہر کی یہی ایک خصوصیت نہیں ہے کہ یہ ماقبل تاریخ کی آبادیوں میں سے ایک آبادی ہے بلکہ اس کی ایک خصوصیت اور امتیاز اور بھی ہے جس کی وجہ سے ہم اس بستی کے ممنون کرم ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ بستی پورے شمالی ہند خصوصاً مشرقی پنجاب، دہلی، یوپی وغیرہ میں غالباً پہلی بستی ہے جو نور توحید سے منور اور دعوت اسلام سے فروزاں ہوئی۔

اس بستی کے مشہور بزرگ حضرت امام ناصر الدین شہید سونی پتی پہلے ممتاز مسلمان ہیں جو اس نواح میں تشریف لائے۔ بعض متاخر تذکرہ نگاروں نے ان کو حضرت زین العابدین کا بلاواسطہ فرزند اور متوفی ۱۲۳ھ لکھ دیا ہے جس کی وجہ سے بجا طور پر ان روایات کے فرضی ہونے کا خیال پیدا ہوا مگر یہ سر صحیح نہیں ہے۔ (باقی آئندہ)



سونی پت کا مردم خیز علاقہ
ایک تقریب کا خطبۂ استقبالیہ

(دوسری قسط)

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی

سید ناصر الدین کا صحیح سنہ وفات جو آخر عہد مغلیہ میں معروف تھا ۲۸۴ھ مطابق ۸۹۷ء ہے، یہ سنہ آثار دہلی کے ممتاز مؤرخ مرزا سنگین بیگ نے سیر المنازل میں نقل کیا ہے، سنگین بیگ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابو محمد امام زمانہ کے اعداد ۲۸۴ سے ان کا سنہ وفات نکلتا ہے، لیکن ڈپٹی منظور احمد نیمی کی رائے یہ ہے کہ سید ناصر الدین، رائے پتھورا کے عہد میں تشریف لائے اور اسی وقت شہید کیے گئے، دونوں صورتوں میں اس نواح کے مسلمانوں پر ان کی قدامت و اولیت ظاہر ہے حضرت ناصر الدین کا مزار ہندوستان میں مسلمانوں کے ابتداءِ عہد حکومت سے زیارت گاہ رہا ہے، علاء الدین خلجی کا بیٹا خضر خاں جس کو گوالیار کے قلعہ میں قید کیا گیا تھا، سونی پت سے واپسی پر اس وقت گرفتار کیا گیا تھا جب وہ حضرت ناصر الدین کے مزار پر فاتحہ خوانی کر کے پیدل دہلی آ رہا تھا، بعد کے بادشاہوں میں بھی اس کا احترام رہا ہے: جہانگیر اور شاہ جہاں نے اس کے لیے زمینیں وقف کیں۔

حق تعالیٰ نے امام ناصر الدین کی اولاد کو بھی اپنے فضل خاص سے نوازا، اس خاندان میں صدیوں تک علماء و صلحاء پیدا ہوتے رہے، اصحاب تذکیر و اصلاح ارباب رشد و ہدایت؛ اہل فضل و کمال مدرسین و مصنفین کا ایک سلسلہ تھا جو تقریباً تیرہویں صدی ہجری کے اختتام تک اسی طرح جاری رہا۔ یہاں اس خاندان کی تاریخ بیان کرنی مقصود نہیں لیکن احسان فراموشی ہوگی اگر ان لوگوں کا اجمالی تذکرہ بھی نہ کیا جائے جو نہ صرف اس خطہ میں تعلیم و تربیت کے نقیب رہے ہیں، بلکہ ان کے حلقہائے درس و تربیت سے ایسے صاحب کمال افراد پیدا ہوئے، جن کے اثرات بہت دور دور تک پہونچے، اور عالم کا عالم ان کے فیوض و برکات سے منور و مستنیر ہوا، اور چونکہ سونی پت کا، اور اولاد سید ناصر الدین کا، خاندان حضرت شاہ ولی اللہ سے خاص رابطہ رہا ہے اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہم اس داستان کہن کو تازہ کرتے رہیں ؎

هو المسك ما كررته يتضوع

شاہ ولی اللہ کے والد بزرگوار شاہ عبد الرحیم کے پر دادا شیخ احمد بن محمود بن قاضی قاذن کی پرورش اور تعلیم و تربیت سب اسی سونی پت میں ہوئی، سید ناصر الدین کی اولاد میں شاہ عبد الغنی بن شیخ عبد الحکیم پایہ کے بزرگ اور ممتاز اہل درس و افادہ تھے، شیخ عبد الغنی اس مرتبہ و مقام کے شخص تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے ان کے فضل اور کمال درویشی کی تعریف فرمائی ہے حضرت مجدد کے والد ماجد مخدوم عبد الاحد مدتوں تک شیخ عبد الغنی کی زیارت و ملاقات کے متمنی رہے بالآخر جب ایک مرتبہ شیخ عبد الغنی سرہند سے گذرے تو مخدوم عبد الاحد کی مراد بر آئی، انھوں نے آ کر شیخ عبد الغنی سے ملاقات کی اور استفادہ کیا شیخ عبد الغنی نے ۱۰۱۶ھ میں وفات پائی۔

شیخ احمد بن محمود نے شیخ عبد الغنی سے کسب کمال کیا اور ایک عمر ان کی خدمت میں بسر فرمائی، بعد میں شیخ عبد الغنی کی دختر شیخ احمد سے منسوب ہوئیں، یہ پہلا تو نہیں لیکن اہم سلسلہ تھا، جس نے دونوں خاندانوں کے تعلقات کو مستحکم و استوار کیا، اس وقت سے جب تک خاندان ولی اللہی کے افراد، مرد و خواتین موجود رہے، ان کے خاندان ناصر الدین میں نکاح و ازدواج کے تعلقات ہوتے رہے، شاہ ولی اللہ کے چچا شیخ ابو الرضا محمد کی دختر، شیخ محمد حامد سونی پتی کے نکاح میں آئیں، شیخ حامد اسی خاندان کے ذی علم فرد، اور درسیات میں شاہ عبد الرحیم کے رفیق و ہم سبق تھے، شیخ حامد کے فضل و کمال کا عالم یہ تھا کہ ان کو اورنگ زیب عالمگیر نے ملک کے ممتاز اور منتخب علماء کی اس جماعت میں شمار فرمایا جو فتاوی عالمگیری کی ترتیب و تدوین کی ذمہ دار تھی، شیخ حامد عرصہ تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

شیخ حامد اپنے فضل و کمال کے علاوہ ایک اور وجہ سے بھی ہمیں عزیز ہیں اور صرف اس وجہ سے بھی ہندی ملت اسلامیہ کے ایک قابل فخر فرزند تسلیم کیے جاتے ہیں، حق تعالیٰ نے ان کو اس غیر معمولی شرف و سعادت سے نواز اکہ ان کی دختر بی بی ارادت جن کے نیک اختر ہونے میں بھی ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں ہے، آخری دور میں ملت اسلامیہ کے امام اور آخری فرزند جلیل حضرت شاہ ولی اللہ کے عقد میں آئیں اور ان کے بطن سے فخر ہندوستان نادر روزگار فرزند تولد ہوئے، جن کا وجود باوجود اور ان کی علمی دینی، اصلاحی خدمات کا تذکرہ، ہندی ملت اسلامیہ کے چہرے کا غازہ اور بعد کی تمام نسلوں کے لیے وجہ نازش و افتخار اور لائق صد تقلید و عمل ہے میری مراد حضرت شاہ عبد العزیز شاہ رفیع الدین، شاہ عبد القادر اور حضرت محمد اسماعیل شہید کے والد ماجد شاہ عبد الغنی سے ہے سونی پت ان چاروں کی ننہال تھی یہیں سے وہ شجرۂ طیبہ پھوٹا تھا جس کی شاخیں تمام عالم میں برگ و بار لا رہی ہیں۔ بی بی ارادت کے فرزندان کے بیٹے تو تھے ہی، ملت اسلامیہ کے وہ جگر گوشے بھی تھے، جن پر ملت کو حق ہے کہ ناز فرمائے، بہر حال سونی پت کے قافلۂ علم و کمال کے ساتھ رفاقت کی تاریخ طویل ہے آٹھویں صدی ہجری کی مشہور شخصیت سید محمود بخاری وفات ۷۶۱ھ کا بھی اسی خاندان اور بستی سے تعلق ہے، سلسلۂ چشتیہ کے مشائخ میں شیخ شعیب سونی پتی وفات ۹۰۸ھ اسی خانوادہ کے گل تر تھے، بعد کی صدیوں میں علم و کمال کے اور بھی متعدد شہسوار پیدا ہوئے جن کی روداد طویل ہے، اس تذکرہ کو حضرت شاہ عبد العزیز کے ممتاز شاگرد اور شاہ رفیع الدین شاہ عبد القادر کے ہم سبق محمد قمر الدین منت سونی پتی کے تذکرہ پر ختم کیا جا رہا ہے، امیر قمر الدین بھی اسی خانوادۂ علم و عمل سے تعلق رکھتے تھے، شاہ عبد العزیز کی نہایت مفید گراں مایہ کتاب عجالۂ نافعہ میر قمر الدین کے لیے ہی لکھی گئی تھی، میر قمر الدین کی طویل عمر پا کر ۱۲۳۰ھ میں وفات ہوئی۔

بعد میں یہ روایت بھی رو بہ زوال

کبھی اختلال خزاں جاری تھی کہ ملک کی آزادی کے ہنگاموں میں تمام خاندان منتشر و خانماں برباد اور سب علمی قافلے سست و بے راہ ہو گئے، بس نام اللہ کا۔

(باقی آئندہ)